انٹرویو — ڈاکٹر عامر لیاقت حسین

سوات معاہدہ، نقل مکانی اور ملکی صورتحال

مدیر اعلیٰ 'محدث' حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ ایک ملی مشن کی تکمیل کے لئے مئی ۲۰۰۹ء کے وسط میں عرب امارات کے دورے پر تھے۔ شارجہ میں 'جیو نیوز' کے مشہور پروگرام 'عالم آن لائن' میں اُنہیں سوات کی صورتحال پر تبادلہ خیال کی دعوت دی گئی۔ ملکی سطح پر اس انٹرویو کو خوب سراہا گیا اور کئی بار نشر کیا گیا، کیونکہ اس میں بہت سے ایسے پہلو اُجاگر کئے گئے ہیں جو پہلے میڈیا میں نمایاں نہ تھے۔ ضروری نوک پلک درست کرنے کے بعد یہ مکالمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ح م)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

'عالم آن لائن' میں آپ کو خوش آمدید!

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین: حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب! آپ نے مولانا سید عدنان کاکا خیل کی زبانی مہاجرینِ سوات کی صورتحال سماعت فرمائی، اسکے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟

حافظ عبدالرحمٰن مدنی: ڈاکٹر عامر لیاقت حسین! آپ نے آغاز میں سوات اور مالاکنڈ میں جاری المیے کی جو توجیہات ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام تر روحانی ہیں، البتہ زمینی حقائق اور حالات کے واقعاتی جائزہ سے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ پاکستان ماضی میں کن غلطیوں کا شکار رہا، اور کونسی ایسی کوتاہیاں تھیں جن کی وجہ سے پاکستان پر ایسی آفتیں آئیں؟ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ پاکستان پر یہ آفت ان روحانی وجوہ کے علاوہ کچھ اپنی کوتاہیوں کی بنا پر بھی آئی ہے۔

جس میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ پاکستان اسلامی دنیا کی پہلی جوہری قوت ہے اور پہلی جوہری قوت ہونے کے باوجود پاکستان کی حالت یہ ہے کہ جب حادثہ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکی وزیر خارجہ کا جنرل پرویز مشرف کو فون آیا تھا تو اس وقت جنرل پرویز مشرف نے پاکستان بھر سے نمائندہ زعماے ملت کو جمع کیا، اور تین اہم مواقع پر ہمارے ساتھ ان کی نشستیں ہوئیں۔ پہلی ہی مشاورت میں ہم نے اُنہیں کہا تھا کہ کسی بلیک میلر کی پہلی

بات کا انکار کرنا ضروری ہوتا ہے، اگر اس کی ابتدائی بات مان لی جائے تو اس کے بعد تسبیح کے دانوں کی طرح تمام کی تمام باتیں ماننی پڑتی ہیں، چنانچہ حالات نے بتایا کہ پرویز مشرف نے درجہ بدرجہ امریکہ کی وہ تمام باتیں مان لیں جس کے منظور ہونے کی امریکہ کو بھی اُمید نہ تھی۔

اس وقت تو پاکستان میں جمہوری حکومت موجود ہے، لیکن افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ موجودہ جمہوری حکومت پرویز مشرف سے بھی بڑھ کر امریکہ کو وفاداری کا یقین دلا رہی ہے۔ اِدھر سوات آپریشن کی تیاری شروع ہوئی، اُدھر ہمارے صدر داد لینے اور یہ بتانے کے لئے امریکہ پہنچ گئے کہ ہم نے وہ کام شروع کردیا ہے جو امریکہ کا ایجنڈا اور دیرینہ مطالبہ تھا۔ البتہ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ اس وقت تک صوفی محمد کے بعض بیانات یا طالبان کے کردار کے بارے میں جو باتیں میڈیا میں آئی ہیں، اس کی رو سے یہ لوگ انتہا پسند ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: ان لوگوں کو کیونکر معصوم قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ آپ دیکھیں کہ خودکش حملے ہوئے، مساجد کو لہو سے رنگین کیا گیا، یہ زیادتیاں ان کی طرف سے ہوئی ہیں!!

حافظ صاحب: جب اس طرح کا کوئی واقعہ ہو تو سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ایسے واقعات کا ارتکاب درحقیقت کن لوگوں نے کیا ہے؟ مثال کے طور پر کچھ واقعات مزارات کے بارے میں ہوئے ہیں، جس پر ہمارے ہاں بریلوی مکتبِ فکر بہت سیخ پا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مزاروں کی توہین کی گئی ہے، لیکن دوسری طرف میں یہ بات بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ تحریکِ نفاذِ شریعت کے سربراہ صوفی محمد نے حکومت سے جس 'نظامِ عدل ریگولیشن' کے نفاذ کا مطالبہ کررکھا ہے، اس کے پہلے شیڈول میں یہ دفعہ موجود ہے کہ پاکستان میں ۱۹۷۵ء کے 'تحفظِ نوادارات' قانون کی پابندی کی جائے گی۔ واضح ہے کہ جب وہ نوادارت کے تحفظ کا معاہدہ کررہے ہیں تو ان کے اندر یہ مزار بھی شامل ہیں جن کے تحفظ کا وہ معاہدہ کررہے ہیں۔ تو جب 'تحریکِ نفاذ شریعت' نے 'تحفظِ نوادرات' کا معاہدہ ومطالبہ کررکھا ہے تو وہ لوگ خود ایسی حرکت کیسے کرسکتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: مگر اس کے باوجود اُنہوں نے مزارات کو نقصان پہنچایا۔

حافظ صاحب: میں اسے تحریکِ نفاذ شریعت کے خلاف پروپیگنڈہ سمجھتا ہوں، کیا صوفی محمد

نے اُنہیں نقصان پہنچایا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: ہم اس میں نہیں پڑتے کہ کس نے یہ کام کیا ہے، لیکن مزارات کو نقصان تو پہنچا ہے؟ قبروں سے لاشیں نکال کر لٹکائی گئیں، یہ سب کچھ ہوا، لیکن فی الحال اس کو چھوڑ دیں، کیونکہ یہ ایک مستقل بحث ہے۔ آپ یہ فرمائیے کہ سوات کی موجودہ صورتِ حال میں نقل مکانی کر کے آنے والے لوگوں کے لئے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ علماء کو کیا کرنا چاہیے، ماشاء اللہ آپ جیسے قابل افراد موجود ہیں، جو دین کا شعور رکھتے ہیں ......ہم اس وقت کیا کریں؟

حافظ صاحب: اَفراد کی نقل مکانی کا مسئلہ واقعتاً بہت بڑا المیہ ہے، اس المیہ کے افسوسناک ہونے کے بارے میں تو تمام لوگ کہہ رہے ہیں، لیکن 'عالم آن لائن' کا تقاضا کچھ اور بھی ہے کہ اس کی وہ وجوہ جانی جائیں جو خاص طور پر اس المیہ کا سبب بنی ہیں۔ یوں بھی 'تحریکِ نفاذ شریعت محمدیؐ' شریعت کے نفاذ کی تحریک ہے، اس کے موقف اور کوتاہیوں کو یہاں زیر بحث آنا چاہئے۔ شریعت کے طالب ِعلم کی حیثیت سے ہمیں اس کا شرعی جائزہ لینا چاہئے، اس لیے کہ پاکستان میں اسلام کے مخالفت کی دس سالہ جنگ کے بعد نفاذِ شریعت کی یہ آواز گویا ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ہے جس میں شرعی نظام عدل کو قائم کرنے کی بات کی گئی ہے۔

پاکستانی عوام نے قیام عدل کی ایک تحریک تو وکلا کے ساتھ چلائی جو ۱۵؍مارچ کو کامیاب ہوئی اور اس کے نتیجے میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی بحالی ہوئی اور ہمارے مروّجہ نظامِ عدل کو جمہوری طور پر آزادی ملی۔ اور اس کے ساتھ دوسری 'تحریکِ نفاذ شریعت محمدی' بھی قیام عدل کا ایک اہم سنگ ِمیل ہے جس کے پس پردہ وہ معاہدۂ امن ہے جس پر قومی اسمبلی کی قرار داد پاس ہونے کے بعد بالآخر صدر صاحب نے دستخط بھی کردیے۔ یہ بھی ایک خوش کن خبر تھی اور اس سے یہ اُمید بندھی تھی کہ بالآخر پورا پاکستان اپنے مقصد ِقیام کی طرف لوٹ جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب: لیکن یہاں صوفی محمد کو اپنی زبان کو بھی تھوڑا سا کنٹرول رکھنے کی ضرورت تھی۔ صوفی محمد صاحب کو جلسہ کر کے ایسی تقریر کرنے اور بعد میں انٹرویو دینے کی کیا ضرورت تھی جس کی وجہ سے پوری قوم میں شبہات پیدا ہوئے۔ علماء بھی کہتے ہیں کہ اس میں بعض بیانات قابل غور ہیں۔

حافظ صاحب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوفی محمد سے یہ موقف اُگلوایا گیا، اوران کے یہ پرانے خیالات جو عوام کے لئے ان کی ذات کے حوالے سے نئے تھے، پھیلا کر ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کی گئی۔

ڈاکٹر صاحب: لیکن یہ تو صوفی محمد کا اپنا جلسہ تھا، اس میں کون سوال پوچھنے والا تھا؟

مدنی صاحب: آپ درست فرما رہے ہیں کہ صوفی محمد صاحب نے جلسہ کے بعد اپنے انٹرویو میں جو کچھ کہا ہے، اس کی کوئی بھی حکیمانہ نظر رکھنے والا شخص تائید نہیں کرے گا، کیونکہ وہ فراست ودانائی کے منافی باتیں ہیں اور پھر بھی یہ ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں عوام کوئی گہرا شعور نہیں رکھتے، مثال کے طور پر اسمبلیوں یا آئین کو نہ ماننے کی بات کہہ دینا، یا یوں کہہ دینا کہ ہماری نماز فلاں فلاں کے پیچھے نہیں ہوتی، ایسے نقطہ نظر کی کوئی بھی شخص تائید نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ یہ انتہا پسندانہ نظریات ہیں جنہیں عام لوگ گوارا نہیں کرتے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا صوفی محمد کے پیش کردہ نظامِ عدل کو نافذ کرنا چاہیے؟

مدنی صاحب: ڈاکٹر صاحب! یہاں ایک بات قابل توجہ ہے: صوفی محمد کے اخبارات میں شائع شدہ موقفکو اگر غلط بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا موقف رکھنے والوں کی ہمارے قانون یا اسلام نے کیا سزا مقرر کی ہے؟ کیا ایسے بیانات کی سزا یہ ہے کہ اس بنا پر اُنہیں قتل کردیا جائے۔ چنانچہ فوجی کاروائی کی اصل وجہ یہ بیانات دینا نہیں بلکہ اس کے پس پردہ محرکات کچھ اور ہیں۔

ہمارے ہاں بعض اوقات قرآنِ مجید کے خستہ اوراق کوتلف کرنے کے لئے کچھ لوگ اُنہیں دفن کرنے سے قبل جلا دیتے ہیں جس پر بعض لوگ ایسے شخص کے خلاف مشتعل ہوکر اس پر بدترین ظلم شروع کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی توہین ہوئی ہے جیسا کہ گوجرانوالہ کے اندر کچھ عرصہ قبل ایک حافظِ قرآن کو اسی وجہ سے مارو! مارو! پکڑو! کی دہائی دے کر ختم کر دیا گیا، اسی طرح لال مسجد کے واقعہ میں غازی برادران کے بعض اقدامات کی سزا اُنہیں یہ دی گئی کہ نہ صرف غازی عبدالرشید بلکہ لال مسجد کی عام طالبات کو ہلاکت وبربادی سے دوچار کرکے نشانۂ عبرت بنا دیا گیا، یہ تو غلطی کو بڑا بنا کر ظلم کے جواز کے لئے استعمال کرنے والی بات ہوئی۔ دراصل سوات میں بھی جو کاروائی کی گئی ہے، اس میں بھی ان بیانات سے یہی

مقصد پورا کیا گیا کہ اب ہمارے لئے یہ آپریشن ناگزیر ہو گیا ہے!!

ڈاکٹر صاحب: لیکن جو بیانات صوفی محمد نے دیے ہیں وہ بھی صحیح نہیں تھے، اس کی وجہ سے ایک ماحول بن گیا۔ البتہ میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ نظامِ عدل کو نافذ ہونا چاہیے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہمیں اس پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ پھر جس طرح صوفی محمد صاحب ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جو عوام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں، تو بہت سی باتیں دیگر مخالفِ اسلام لوگ بھی پاکستان میں کرتے ہیں، جب ہم اُنہیں برداشت کرتے ہیں تو اِسی طرح اِنہیں بھی برداشت کرنا چاہیے۔ نظام عدل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

مدنی صاحب: افسوس کہ ہم صوفی محمد کے سلسلے میں انصاف نہیں کر سکے۔ جہاں تک نظام عدل کی بات ہے تو دنیا بھر مثلاً مشرقی یورپ وامریکہ وغیرہ میں ایسی عدالتیں موجود ہیں کہ جہاں فریقین آپس میں فیصلہ کرانے کے لیے خود قانون کا تعین کر کے فیصلے کرواتے ہیں۔ ایسا اگر پاکستان میں بھی ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ بلکہ یہ تو پاکستان کے بنیادی مقصد کی طرف ہی پیش قدمی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب: مدنی صاحب! یہ سب کچھ تو ہو گیا، اب صورتحال تو یہ ہے کہ اس وقت جو بیس لاکھ لوگ کیمپوں میں اس وقت محصور ہیں، ان کے لئے علماء کو کیا کرنا چاہیے۔

مدنی صاحب: اس المیہ کا قوم کو پوری اجتماعی قوت سے سامنا کرنا چاہئے۔ جس طرح ۱۹۴۷ء میں لاکھوں لٹے پٹے لوگ پاک سرزمین پر آئے تھے اور ہم نے ان کو سنبھالا تھا، اسی طرح تین برس قبل زلزلہ کے وقت جو کچھ ہمارے لوگوں نے قربانیاں دی تھیں، ہمیں اسی داستانِ وفا کو دہرانا ہوگا۔ بلکہ بہت سے لوگ تو کیمپوں میں کم جارہے ہیں، ان کے جان پہچان کے لوگوں نے اُنہیں اپنے گھروں کے اندر جگہ دی ہوئی ہے۔ بعض لوگ بے حس بھی ہیں، لیکن یہاں بہت سے احساس کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں، ان کو مزید توجہ دلائی جاسکتی ہے بلکہ ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں خود اس صورتحال کو قابو کرنے کے لئے اپنی سی بھرپور کوشش کروں۔

یہ باتیں تو سب لوگ کر رہے ہیں، کچھ باتیں ایسی بھی سامنے آنی چاہیے جو کوئی بھی نہیں کرتا، مثال کے طور پر میں یہ سوال اُٹھانا چاہتا ہوں کہ صوفی محمد نے جمہوریت کو کفر کہہ دیا، یا یہ

کہ میری فلاں فلاں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس بیان کی وجہ سے وہ اس سزا کا حقدار ہو گیا ہے کہ اس کے بیٹے کی گردن اُڑا دی جائے۔ کیا ہمارا قانون اس سزا کی اجازت دیتا ہے؟

صوفی محمد کی تحریک کا بیس سالہ ماضی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ لوگ مجھ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگاتے ہیں، لیکن میں نے تو آج تک کسی کا ٹماٹر تک نہیں توڑا۔ حالانکہ وہاں طالبان کا صوفی محمد کے ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تصور'' کے بارے اختلاف ہے، کیونکہ طالبان کا تصور صوفی محمد سے مختلف ہے، لیکن ان کے باہمی اختلاف کے باوجود صوفی محمد نے اس بات کی ذمہ داری اُٹھائی تھی کہ میں امن قائم کروں گا، ابھی امن معاہدہ کے تقاضے ہی پورے نہیں کئے گئے کہ فوجی آپریشن شروع کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیس، تیس لاکھ لوگ ہجرت پر مجبور ہو گئے، جبکہ صوفی محمد اپنے عہد معاہدے کے ذریعے امن کوششوں کی دہائی دے رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب: یہ طالبان کا کیا پس منظر ہے؟

مدنی صاحب: امریکہ پاکستان کی جوہری قوت کو ختم کرنا چاہتا ہے جب کہ طالبان میں بعض شر پسند امریکہ کے اس ایجنڈے کی تکمیل کا سبب بن رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: مطلب یہ کہ طالبان ان کے ایجنٹ ہیں؟

مدنی صاحب: (سب طالبان کے بارے میں یہ کہنا درست) نہیں! جب کسی مقام پر کوئی تحریک چلتی یا کوئی شورش اٹھتی ہے تو اس میں غلط کار لوگ شامل ہو کر اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ طالبان اندر غلط کار لوگ شامل نہیں ہیں، بلکہ یہ یقینی امر ہے کہ ان کے اندر را کے ایجنٹ ہیں یا ہمارے دشمن بھی......!

ڈاکٹر صاحب: کیا ان کے اندر خود کش حملہ آور نہیں ہیں؟

مدنی صاحب: کسی بھی پر امن شخص پر خودکش حملہ تو غلط بات ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا پر امن شخص کے علاوہ کسی اور شخص پر یہ حملہ کیا جا سکتا ہے؟

مدنی صاحب: مسلمانوں اور کافروں کی دو بدو جنگ میں تو اپنی جان دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا خودکش حملہ کر کے......؟

مدنی صاحب: قرآن کریم کی سورۃ البروج میں ایک شخص کا ذکر آیا ہے جس نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر اپنے آپ کو مارنے کا یہ طریقہ بتایا تھا کہ میرا یہ تیر لو اور اس پر اللہ کا کلمہ پڑھ کر میرے یہاں مارو تو میں مر جاؤں گا، کیا یہ خودکش اقدام نہیں ہے؟

ڈاکٹر صاحب: وہ تو بالکل مختلف بات ہے، اس کا اس سے کیا تعلق؟ آپ نے یہ کہا کہ صحابہ کا یہ طریقہ رہا ہے، حالانکہ صحابہ کرام تو شہادت کے لئے بے تاب و بے قرار رہتے تھے، ... نہیں بننا چاہتے تھے۔ پھر بھی خودکش حملہ اُنہوں نے نہیں کیا۔ خودکش حملہ آور تو یہ سوچ کر جاتا ہے کہ میں نے شہید ہی ہونا ہے۔

مدنی صاحب: ساٹھ ہزار افراد پر جب ساٹھ آدمی حملہ آور ہوں تو کیا یہ خودکش حملہ نہیں ہے۔ کیا خالد بن ولیدؓ نے ساٹھ ہزار پر ساٹھ آدمیوں کو لے کر حملہ نہیں کیا۔ کیا یہ خودکش حملہ نہیں ہے جبکہ ساٹھ لوگوں کا ساٹھ ہزار سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب: اس طرح تو ایک ہزار افراد پر تین سو تیرہ نے حملہ کیا تو کیا یہ خودکش حملہ ہوگا، نہیں، جی! یہ بالکل خودکش حملہ نہیں ہے۔

مدنی صاحب: اس وقت ہم خودکش حملے کی حمایت نہیں کر رہے۔

ڈاکٹر صاحب: طالبان میں ایسے ہی لوگ گھسے ہوئے ہیں جو خودکش حملے کرتے ہیں۔

مدنی صاحب: واضح رہے کہ خودکش حملے کے بارے میں ہم یہ تو کہتے ہیں کہ اس شخص نے معصوموں کو ہلاک کر دیا ہے، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس شخص کے اندر کیا احساسِ محرومی ہے جو اپنے آپ کو پہلے ختم کر رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: وہ تو پاگل ہے؟

مدنی صاحب: پاگل پن کی وجوہات کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو اصل وجہ کوئی ضرور ہوگی کیونکہ کوئی شخص بلاوجہ اپنی جان سے نہیں کھیل سکتا، یقیناً شدید محرومی یا ظلم (Frastration) کا احساس ہی اس کو اس انتہائی اقدام پر مجبور کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ذہنی پسماندگی ہے کہ آپ اپنا حق اور بات کہنے کے لئے کسی غلط رستہ کو اختیار کریں۔ مدنی صاحب! پوری دنیا اس وقت یہ پروگرام دیکھ

رہی ہے، ہمیں تو اسلام کا وہ امیج بتانا ہے جو اسلام کی اصل حقیقت ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں کہنی چاہیے کہ خودکش حملے درست ہیں۔ ہم اپنا کیس خود خراب کرتے ہیں، پھر ہم دوسروں کو کوستے ہیں۔ ہمیں تو ایسے حملہ آور کو سمجھانا چاہئے کہ تو پاگل ہو گیا ہے، تمہارا تو یہ احساس ہی ختم ہو گیا ہے کہ زندگی میری بھی گئی اور دوسروں کی بھی۔

مدنی صاحب: ڈاکٹر صاحب! میں خود خودکش حملے کی حمایت نہیں کرتا بلکہ میں تو خودکش حملے کی وجہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب: ہاں، یہ وجہ بالکل ہوسکتی ہے۔

مدنی صاحب: چند دن قبل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ریکٹر فتح محمد ملک نے کہا تھا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ امریکی ظلم کے خلاف لوگوں کا ردّعمل ہے۔ اگر ہم اس ری ایکشن کا خاتمہ نہیں کرتے تو اس نوعیت کے انتہائی اقدامات کا خاتمہ بھی مشکل ہے۔ غرض میں معصوم جانوں کے ضیاع کے لیے طالبان کی ہم نوائی میں خودکش حملہ کی حمایت قطعاً نہیں کر رہا بلکہ میں اس کی اصل وجہ پیش کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب! جہاں تک یہ المیہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ بے گھر ہو گئے، ان کے بارے میں آپ جو بھی تجزیہ کریں اور جو بھی توجہ قوم کو دلائیں تو یہ بڑا قابل قدر کام ہے اور الحمد للہ آپ ایک اہم ملی فریضہ انجام دے رہے ہیں کہ ہم مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، لیکن جو چیزیں اس وقت میڈیا میں نہیں آ رہیں، ان سے بھی ہمیں قوم کو باخبر کرنا چاہئے۔ میں صوفی محمد کے طریقہ کار سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ تمام مکاتبِ فکر کی ایک مرکزی 'ملی شرعی کونسل' کے گذشتہ دنوں لاہور میں تین اجتماعات ہوئے، پہلے بریلوی مکتبِ فکر کے ہاں جامعہ نعیمیہ میں ہوا، پھر دیوبندی مکتبِ فکر کے ہاں جامعہ اشرفیہ میں، پھر اہل حدیث کے مرکز قادسیہ میں علما کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا۔ ان اجتماعات میں تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اس بات کی حمایت کی کہ صوفی محمد سے مل کر، میڈیا میں ان کے خلاف جو یک طرفہ پیغام جا رہا ہے اس کی وضاحت حاصل کرنا چاہئے۔ ضروری ہے کہ میڈیا میں تصویر کا دوسرا رخ بھی آئے۔ یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ تمام لوگ صوفی محمد کی حکمتِ عملی سے اتفاق نہیں کرتے، ان کے انتہا پسندانہ بیانات سے کوئی بھی اتفاق نہیں کرتا کیونکہ یہ موقع فتویٰ

بازی کا نہیں۔ لوگوں کو اسلام کے بارے میں مطمئن کرنے کا رویہ اپنانا چاہیے، لیکن یہ بات بطورِ خاص سامنے رہنی چاہئے کہ سوات وغیرہ میں اب ایسی صورت حال کیوں بنی ہے، نائن الیون سے پہلے یہ طالبان کہاں تھے؟

نائن الیون سے پہلے طالبان کی طرف سے خودکش حملے کیوں نہیں تھے؟ یہ خودکش تب کہاں تھے؟ جن کو ہم آج خودکش کہہ کر ان کی مذمت میں متفق ہیں۔ یہ درست ہے کہ نائن الیون ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس کے بعد ہم نے جوہری قوت ہونے کے باوجود امریکہ کے سامنے سرنڈر کر دیا، اب اگرچہ فوجی حکومت کے بعد جمہوری حکومت آگئی ہے، لیکن یہ جمہوری حکومت پہلے سے بڑھ کر اپنے آپ کو امریکہ کا وفادار ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ بلکہ ہم نے اپنے عوام کو تحفظ دینے کی بجائے ان کو بے یارو مددگار چھوڑ رکھا ہے اور فوجی کاروائی حکومت کا یہ پروگرام تھا بھی تو کم ازکم اس کا انتظام ہونا چاہیے تھا، تاکہ عوام کم سے کم متاثر ہوتے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ لوگوں کے گھروں کے اندر گولے گر رہے ہیں، گولیاں برس رہی ہیں اور لوگ وہاں سے صرف اپنے جسم پر موجود کپڑوں میں بے یارو مددگار نکل رہے ہیں۔

پھر زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ جو سوات و مالاکنڈ میں کیا جارہا ہے، یہ پاکستان کا اپنا ایجنڈا نہیں بلکہ امریکہ کا ایجنڈا ہے، جس کے لئے نیٹو افواج کو یہاں لاکر بٹھایا گیا ہے اور ڈرون حملے کیے جارہے ہیں، مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا جارہا ہے اور اس کے بدلے میں شرم کی بات ہے کہ یہاں خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ ہمیں اتنے ڈالر مل گئے ہیں، اس کا معنی تو یہ ہوا کہ ہم نے اپنے بچوں، عورتوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بیچ کر ڈالر حاصل کرنے ہیں۔ اس سے زیادہ دکھ کی بات اور کیا ہوسکتی ہے!

ڈاکٹر صاحب! پروگرام کے آغاز میں آپ نے جو حدیث سنائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری بہت بڑی کثرت ہونے کے باوجود تم دنیا کے لئے اس طرح بے وزن ہوجاؤ گے جس طرح بھس ہوتا ہے۔ اسی فرمانِ نبویؐ میں یہ ذکر ہے کہ ''تم مال کے اُمیدوار بنو گے، مال کا لالچ کرو گے اور موت سے تمہیں نفرت ہوگی۔'' ہم نے کیا کیا ہے، یہ صرف مال کا لالچ ہے اور ہم برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اتنے ڈالر مل گئے ہیں۔ بھائی بہت ڈالر مل گئے ہوں گے لیکن یہ تو بتایئے کہ یہ جو بیس لاکھ لوگ بے گھر ہوگئے ہیں، یہ کس کی وجہ سے ہوئے ہیں؟

اگر صورتِ حال یہ ہے تو کیا یہ سب کچھ امریکہ کے ایکشن کا ری ایکشن نہیں ہے؟ اگر طالبان زیادتی کر رہے ہیں تو دیکھئے! وہ عالم لوگ نہیں ہیں بلکہ انتقام و ردّعمل میں بھپرے ہوئے ہیں۔ ان کے طریقہ کار سے ہمیں اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن دوسوال یہاں ضرور ہیں کہ سب سے پہلے وہ لوگ تشدد پر کیوں اُتر آئے۔ اتنی محرومی اور مایوسی کیوں پیدا ہوئی ہے؟ جب کوئی خودکش حملے کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ آدمی اپنی جان دیتا ہے! جب وہ اپنی جان دے سکتا ہے تو اس کے نزدیک کسی کی قیمت نہیں ہوتی۔ اپنی جان وہ کسی شدید احساس کی وجہ سے دیتا ہے، اس کے اندر محرومی و مایوسی کی شدت ہوتی ہے!

ڈاکٹر صاحب: اپنے لوگوں کو ذبح اور اپنے لوگوں کو قتل کرنے سے امریکہ کو کیا فرق پڑا؟

مدنی صاحب: دیکھیں، یہ طریقہ کار غلط ہے!

ڈاکٹر صاحب: یہ بات سو فیصد غلط ہے، محض جذباتی بات نہیں ہے۔

مدنی صاحب: یہ سارا کچھ غلط ہے، لیکن غلط کام کے بارے میں کم ازکم حکومت کو یہ بتانا چاہیے کہ غلطی کس قدر ہے؟ کیا اس غلطی کا معنی یہ ہے کہ اُن کے پرخچے اُڑا دیے جائیں یا سب کے سب لوگ ختم کر دیے جائیں۔

ڈاکٹر صاحب: یہ بالکل آپ نے صحیح فرمایا کہ ری ایکشن ہے، لیکن جو غلط ہے، وہ غلط ہے اس کو اچھا بھی نہیں کہنا چاہیے۔ یہ بتائیے کہ (پوری دنیا آپ کو سن رہی ہے)، آپ ایک تجویز اور نصیحت کے طور پر حکمرانوں کو کیا کہنا چاہیں گے کہ اُنہیں کس طرح سے اس معاملے کو ہینڈل کرنا چاہیے۔

مدنی صاحب: ہر ایک آدمی کو برابر کا مجرم سمجھ کر کے اس کے پرخچے اُڑا دینا درست نہیں ہے۔ اس وقت اپنے لوگوں سے ڈائیلاگ اور مکالمہ کی ضرورت ہے۔ یہ طالبان جن کو آپ شر پسند اور تشدد پسند سب کچھ کہہ رہے ہیں، اگرچہ مجھے طالبان کے رویے سے بالکل اتفاق نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ انہی علاقوں میں آباد تھے، وہاں تو کوئی بدامنی نہیں تھی، امن موجود تھا۔ اَب مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے جو آپریشن شروع کر دیا ہے تو یہ بالکل بنگلہ دیش کی تاریخ دہرائی جارہی ہے، بنگلہ دیش میں جب ایک دفعہ آپریشن ہوا تھا تو ہم لوگوں نے پاک فوج کا ساتھ دیا تھا، لیکن اس کے بعد جو کچھ حشر ہوا ہے، وہ حشر بھی لوگوں نے دیکھ لیا۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ جس طرح لال مسجد کے سانحہ نے سوات کے المیہ کو جنم دیا ہے،

سوات کا المیہ ایک نیا المیہ دکھا رہا ہے جس کے ساتھ پاکستان مزید کمزوری کا شکار ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: خاکم بدہن، اللہ اس سے ہمیں عافیت نصیب فرمائے!

مدنی صاحب: خاکم بدہن! اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کرے۔ حکمران کو میری تجویز یہ ہے جو ہمیں بار بار ڈالروں کی نوید سنا رہے ہیں، میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ حکومت کے لوگ کھا جائیں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں نے بہت کچھ دیکھا کہ اتنے لوگ ڈالروں کے بدلے سپرد کر دیئے گئے۔ یہ اسلام نہیں ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو کسی کے سپرد کریں یا کسی کے کہنے پر اپنے بھائیوں کو تہہ تیغ کریں۔ ان کے ساتھ ڈائیلاگ ہونا چاہیے، ان کو ابھی بھی مطمئن کیا جا سکتا ہے لیکن صرف اس طرح کہ وہ لوگ جن پر اُنہیں اعتماد ہے، ان لوگوں کو درمیان میں لایا جائے جس طرح لال مسجد کے سانحہ میں علما کو لایا گیا تھا۔ اس وقت بھی ایسے علما موجود ہیں جن کو وہاں بھیجا جا سکتا ہے اور وہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: آپ جائیں گے وہاں؟

مدنی صاحب: میں جانے کے لئے تیار ہوں، اور اس کمیٹی میں میرا نام لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب: کیا آپ قوم کے ساتھ وہاں جانے کا وعدہ کرتے ہیں۔

مدنی صاحب: بالکل جاؤں گا، میں اپنے ساتھ تمام مکاتبِ فکر: شیعہ، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کو لے کر جاؤں گا۔ ملی شرعی کونسل اس بات کی خواہش مند ہے کہ مسلمانوں کا ایک ہی موقف سامنے آنا چاہئے اور لوگوں کو علما کی طرف سے انتشار کا پیغام نہیں ملنا چاہئے۔ لیکن یاد رہے کہ اس سے پہلے وفاق المدارس کا جو وفد سوات پہنچا تھا، ان کی ملاقات بھی نہیں ہونے دی گئی۔

ڈاکٹر صاحب: آپ کی کمٹمنٹ بہت اچھی ہے، آپ نے وعدہ کیا ہے قوم سے۔ بہت اچھی آپ کی سوچ ہے، بہت اچھی فکر ہے۔ ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ جائیں اور وہاں جا کر ان کے ذہن بدلیں وہ ذہن جو انسان دشمن ذہن ہو گئے ہیں، ملک دشمن تو بہت دور کی بات، انسان دشمن ذہن ہو گئے ہیں جو وحشی، خونی اور جنگلی ہو گئے ہیں۔ آپ ان ذہنوں کو بدلیں اور وہ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے ہی تبدیل کیے جا سکتے ہیں! (ترتیب: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)